حضرت علامہ شمس الحق افغانی
ترجمہ: حافظ محمد ابراہیم فانی

جہاد اور اسلام

عنوان بالا پر علامہ موصوف کا یہ مضمون پشتو زبان میں لکھا گیا تھا۔ مضمون کی افادیت اور حالات حاضرہ کی مناسبت سے اس کا اردو ترجمہ نذر قارئین ہے۔

حرف آغاز جہاد بلحاظ لغوی معنی کے جد و جہد کرنا یعنی کوشش کرنا اور زحمت و سختی برداشت کرنا اور اصطلاح شریعت میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ایک اسلامی عسکری تنظیم کے تحت اپنی جان و مال قربان کرنا اور دین اسلام کے لئے دفاع کے اپنی تمام تر قوتوں اور ذرائع کو بروئے کار لانا۔

جہاد کا یہ شرعی مفہوم مسلمان قوم کا وہ مذہبی فریضہ ہے جس کی اہمیت پر قرآن و حدیث نے بہت زور دیا ہے۔ جیسا کہ عنقریب "جہاد کا نقلی رخ" پر بحث کے دوران اس کی وضاحت کی جائے گی۔

تمہید فریضہ جہاد کا ایک عقلی پہلو ہے اور دوسرا نقلی رخ۔ یہاں ہر پہلو پر مفصل بحث ہوگی۔ اور یہ واضح کرنا ہے کہ جہاد مسلمان قوم کے لئے عقلی و نقلی ہر دو سے ضروری اور لازمی ہے اور اجتماعی و ملی زندگی کے تحفظ اور بحالی کے علاوہ یہ جہاد ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن ہے۔

عقلی پہلو ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اور حیوان میں دو قوتیں موجود ہیں۔ ایک "قوت میل" یعنی اپنی محبوب و مرغوب چیز کو میلان کرنا۔ یا اسے اپنے تصرف میں لاتے یا اس سے مطلوبہ مقصد حاصل کرے۔ چنانچہ اس چاہت کے جذبے کو قوت اشتہا کہتے ہیں۔

دوسری قوت قوت غضب ہے۔ یعنی اس کو اپنی خواہش کی تکمیل میں جو چیز مانع ہو۔ یا تو ظلم و جبر سے اسے دفع کرے یا جیسے بھی ممکن ہو اسے مغلوب کرے۔

چنانچہ پروردگار عالم نے ہر جاندار مخلوق میں یہ طاقتیں پیدا کی ہیں۔ اشتہا اور چاہت کی یہ طاقت ایک نفس کی زندگی بحالی کا کام بھی دیتی ہے اور نسل کی بقا بھی اسی طاقت سے ہے۔

غضبی قوت سے (یہ نفس) اپنا بچاؤ اور حفاظت بھی کرتی ہے۔ اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے اس کو کام میں لاتی ہے۔ پھر اس قوت کے استعمال کے لئے خالق کائنات نے ہر حیوان کے بدن میں اس کی نوعی تناسب سے اسے ایسے اندام دیتے ہیں جس کے ذریعہ وہ اپنا بچاؤ اور دفاع بھی کرتا ہے اور دوسرے حیوان پر حملہ اور جبر بھی۔ طیور کے پنجے گائے بیل کے سینگ وغیرہ متعلقہ جانداروں کے آلاتِ دفاع اور اوزارِ حرب ہیں۔

اظہارِ مقصد اس تمہید کے بعد یہ حقیقت واضح ہے کہ قوتِ اشتہا اور قوت قہر کا استعمال ہر جاندار کا فطری حق ہے۔ اسی خاطر خالقِ کائنات کی طرف سے اس کو پورا موقع دیا گیا ہے مگر اس سلسلہ میں چونکہ فطرتِ انسانی کی نوعیت اور حیوانات سے بالکل علیحدہ نہایت اونچا اور عقل کی بنا پر عظیم پیمانے پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی قوت کی قدرت اور اس کی قوتوں کے استعمال کی حدود اور خطوط اور حیوانات کی نسبت بے حد وسیع اور لا محدود ہے اور صرف یہی نہیں کہ اس کے بدن میں اس کے پاس قوتِ غضب اور دفاع کا مختلف سامان موجود ہے۔ بلکہ خارجی طور سے اسے یہ موقع حاصل ہے کہ ان دونوں قوتوں کے استعمال کا سامان عقل و خرد کی روشنی میں مکمل اور پورا کرے۔ تو جیسا کہ انسانی محبت اور رغبت اور میل و خواہش کا سرچشمہ اور منبع قوت اشتہا ہے اور کھانا پینا رہنا سہنا اوڑھنا بچھونا اور مرد و زن کا ملاپ اس کے مختلف مظاہر ہیں۔ مکان کے بارے میں جب انسان ہر وقت سرگرم اور سرگرداں رہتا ہے۔ اسی طرح ہر دور میں اسلحہ اور آلاتِ جنگ اور موجودہ وقت میں بے پناہ سامانِ جنگ جس کے ذریعہ ایک لمحہ میں عالم بشریت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ یہ تمام قوت غضب کے اثرات اور اس کے استعمال کے ذرائع و آلات ہیں۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر صاحب مسلک انسان اپنے مسلک کی ترقی اور فروغ بہر قیمت وصول کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی پر آمادہ اور تیار رہے۔ بنا بر اس مسلمان بھی بحیثیت مسلمان یہ خواہش کرتا ہے کہ مذہب اسلام کا جھنڈا بلند اور کلمۃ اللہ کا بول بالا ہو۔ گویا مسلمان کی یہ خواہش قہر و غضب اس کا فطری اور ملی حق ہے۔ اور اس کے استعمال کا صحیح طریق کار شریعت اسلام نے اسے واضح کیا ہے۔ یعنی اس کے فطری اور پیدائشی خواہش کے لئے صحیح خطوط اور حدود متعین کئے ہیں جو مسلمان ان حدود کی پابندی کرے۔ اس کے ساتھ اجر و ثواب کا عہد و پیمان ہوا ہے۔ اس مقام میں ضمنی طور پر یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ شرع اسلام کے تمام احکام انسانی طبع اور مزاج کے عین مطابق ہیں۔ اور ان احکام کے منفی پہلو کا انسانی طبیعت کے ساتھ غیر طبعی اور خارجی تعلق ہے۔

ارشادِ نبوی ہے۔ الخیر عادۃ والشر لجاجۃ یعنی خیر و صلاح طبیعت انسانی کی عادت اور معمول ہے اور شر اس کے ساتھ باہر سے پیوست ہوتی ہے۔

اس سلسلہ میں ہمارا ایک مفصل مضمون ایک مجلہ اسلامی اکیڈمی کوئٹہ سے شائع ہوا ہے اس میں دس دلائل

سے یہ دعویٰ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اسلام دینِ فطرت ہے۔ وہ مضمون نہایت ہی مفید ہے۔ شائقین حضرات اس کا مطالعہ کریں۔ غرض یہ کہ جہاد بھی مسلمانوں کے لئے ایک بنیادی اور فطری خصوصیت ہے اور جیسا کہ اس کو قوت اشتہا کا صحیح موقعہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کو قوت قہر کے استعمال کا بھی جائز شرعی محل میں موقع حاصل ہے۔ اور مسلمان قوم کے لئے یہ اجتماعی، عسکری اور دفاعی عمل جہاد ہے۔

جہاد کی تاریخی حیثیت اس سلسلہ میں تاریخ اقوام عالم اس بات پر شاہد ہے کہ جس قوم نے اپنی دفاعی قوت کمزور کی اور دوسرے اقوام وملل کے مقابلہ میں یہ قوت استعمال نہ کی یا اس میں کوتاہی سے کام لیا۔ تو وہ قوم سیاسی اور قومی زندگی کے لحاظ سے زندہ نہ رہی۔ بلکہ ہلاک اور تباہ ہوئی۔ قرآن کریم نے مسلمان قوم کی اس قسم کمزوری کی ہلاکت و تباہی سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :-

وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ مطلب یہ کہ اگر آپ نے جہاد چھوڑ دیا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔

جہاد کا نفسی رخ فریضہ جہاد کے متعلق قرآن وحدیث سے جو ہدایات وتعلیمات منقول ہیں۔ ان کی حیثیت سے بھی جہاد اہم ترعبادت ہے۔ کیونکہ واضح بات ہے کہ عبادت کی روح بندہ کا اخلاص اور جذبہ ایثار ہے جس کی وجہ سے وہ مال وجان اور تن من دھن قربان کرنے کو تیار ہے۔ اور ایسا پختہ یقین اور قوی باور رکھتا ہے۔ کہ میدان جہاد میں میری موت حقیقی اور ابدی زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ جو کہ ایک نہ ختم ہونے والا خوشگوار حیات ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے۔

بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتاھم اللہ من فضلہ

حافظ شیراز رحمہ اللہ نے اس ابدی زندگی کا نہایت خوبصورت نقشہ پیش کیا ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

جہاد کے لئے قرآن کریم نے دشمن کے ساتھ مقابلہ اور مقابلہ کے لئے تیار رہنے اور اپنی طاقت کے مطابق اور دم کو مستعد رہنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:-

واعدوا لھم (الایۃ) اسی طرح احادیث میں بھی جہاد کے بارے میں بہت سے تاکیدی احکام وارد ہیں اور ساتھ ہی اس کے اجر وثواب کا بھی بیان ہوا ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ غازی کے گھوڑے کا فضلہ اللہ کے نزدیک مشک سے عنبر سے زیادہ خوشبودار اور قابل قدر ہے اور فرماتے ہیں کہ جہاد کی خاطر ایک صبح یا ایک شام جانا اللہ کے ہاں دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جہاد میں شہادت کی تمنا کی ہے۔ اور فرماتے

فرماتے ہیں ۔ انی لو ددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل

جاں نخواہم از خدا نہ یکے بلکہ صد ہزار   تا صد ہزار بار بمیرم برائے یار

غرض یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لطف و مسرت اور فرحت و بہجت کی بار بار حصول کی آرزو کی ہے جو کہ شہید کو بوقت شہادت حاصل ہوتی ہے۔

ایک دوسری روایت کا مضمون یہ ہے کہ غازی کو بوقت نزع صرف اتنی تکلیف پہنچتی ہے جتنا کہ ایک شخص کو مچھر کاٹے۔ اسی طرح سرحدی چوکی اور مقامات پر جو متعین سپاہی اور مسلمان جانباز ہو۔ اس کو مرابط اور اس کی ڈیوٹی کو رباط اور مرابطت کہتے ہیں۔

مرابط کے بارے میں ارشاد ہے۔ کہ من مات مرابطا فی سبیل اللہ کتب لا عملہ الی یوم القیامۃ و یا من فتنۃ القبر۔ خلاصہ یہ کہ مذہب اسلام کے فریضۂ جہاد یعنی اس سرحدی محافظ نگران دستے کا اجر و ثواب قیامت تک لکھا جائے گا اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ گویا مذہب اسلام میں جہاد ایک اہم اور ضروری عبادت ہے اور میدان عمل میں شہید کے خون کے ایک قطرے کے ساتھ ایک گناہ بھی برابر نہیں ہوتا (یعنی اس کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے)

ایک غلط فہمی اور اس کا جواب اس مقام میں بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ چونکہ اسلام نے جذبۂ جہاد کی نہایت تعریف و توصیف کی ہے۔ ابتدائی دور میں اس جذبے سے اتنا کام لیا گیا ہے۔ کہ جزیرۃ العرب کے ۴۲ لاکھ آبادی میں سے ۸ لاکھ آبادی مشرف بہ اسلام اور نور ایمان سے منور ہو گئی۔ اور آئندہ کے لئے بھی ارشاد نبوی ہے۔ الجہاد ماض الی یوم القیامۃ یعنی جہاد و قتال کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ چنانچہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دنیا میں بزور تلوار اور بنوک شمشیر پھیلا ہے اور اس کے پھیلاؤ میں جہاد و جنگ و جدال اور سفاکی و خون ریزی کا صرف دخل نہیں بلکہ یہ سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تو شریعت اسلامیہ کا تمام تر جبر و قہر اور زبردستی پر بنا ہے۔

اس غلط فہمی کا جواب یہ ہے کہ تعلیمات اسلام کی رو سے جہاد کی نوبت تب آتی ہے جب حق و انصاف کے قیام کے لئے شر کی طاقتیں سدِّ راہ بن جائیں اور اس کو مٹانے کے لئے اور کوئی قابل عمل صورت باقی نہ رہے۔ سب سے پہلے غیر قوموں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ جب وہ اسلامی حکومت کا ذمہ قبول کرے اور جزیہ دینے پر راضی ہو جائے تو اسلام کی طرف سے اسے اتنی مراعات حاصل ہوتی ہیں کہ ان کی جان و مال ایک مسلمان کی جان و مال کی طرح محفوظ ہو جاتی ہے۔ اور اسلامی معاشرے کی تمام آئینی اور معاملاتی حقوق ایک غیر مسلم ذمی کو ایسے پیرائے میں مل جاتے ہیں جو ایک غیر مسلم کو بحیثیت مسلمان حاصل ہوتے ہیں۔

پیغمبر علیہ السلام نے حکومت اسلام کے اس بین الاقوامی دفعہ کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

اموالہم کاموالنا ودماؤھم کدمائنا۔ ان کا مال اور ان کا خون ہمارے مال اور خون کی طرح محفوظ ہیں اور اسی طرح ان کو اپنی مذہبی رسومات کی قانونی اور مکمل آزادی ہے۔ جو کہ اسلامی نظام حکمرانی کے ساتھ مزاحم اور متصادم نہ ہوں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

ذرھم وما یدینون۔ انہیں اپنے مذہبی کاموں میں آزادی ہے ان کو چھوڑ دیں۔ غرض یہ کہ ایک غیر مسلم ذمی کے ساتھ مملکت اسلام کا اس سے اور بہتر کیا سلوک ہو سکتا ہے کہ ایک ذمی کافر کے خون ناحق پر ایک مسلمان کا قصاص کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث کا متن اس پر دال ہے۔ اور اصحاب کرام اور ائمہ کا بھی یہی مسلک ہے خلاصہ یہ کہ عدل الہی کے قیام کے لئے ان کے ساتھ ہر ضروری، اخلاقی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ اور انہیں تمام شہری حقوق حاصل ہیں۔ البتہ جنگی خدمات کے عوض ان پر برائے نام ٹیکس (جزیہ) مقرر کیا گیا ہے۔

پس ان مراعات کے باوجود بھی اگر ایک کافر قوم مفاہمت پر آمادہ نہ ہو تو پھر ان کے ساتھ جہاد صرف دفعہ فساد کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔

بہر صورت یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حق وانصاف کے نفاذ کے لئے ناساز گار فضا سے ناامیدی کی صورت میں اسلام نے جس بہتر سلوک کی تاکید کی ہے وہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ اسلام میں قوت کے استعمال کی اجازت مخصوص حالات اور محدود پیمانے پر ہے۔ غرض یہ کہ مذہب اسلام کی نظر میں جہاد کو اول اور مرکزی حیثیت حاصل نہیں بلکہ اولاً غیر اقوام پر اسلامی تعلیمات اور اخلاق وتمدن پیش کرنا ہے۔ اور پھر کثیر تعداد میں اغیار کے خوش نصیب اور نیک بخت افراد انہیں تعلیمات کی روشنی میں اسلام قبول کر لیں۔ اور حجت وبرہان اور تیغ وسنان کی نوبت نہ پہنچے۔

حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت پاکیزہ اور پرکشش سیرت نہایت درجہ مشفقانہ اور مصلحانہ برتاؤ بے پناہ حکیمانہ اور خیر خواہانہ سلوک نے عرب میں ایسا انقلاب پیدا کیا کہ ان کے حالات وخیالات اور گفتار وکردار تمام اس پر بدل گئے۔ سرکش اور باغی دماغ رام اور تابع فرمان ہو گئے۔ جاہل اور نا سمجھ عرب علمبردار اور راہنما بن گئے۔

ہمارے اس دعوی پر تاریخ کا ہر باب شاہد عدل ہے کہ جنگ اور قتال پر اقدام نہایت بامر مجبوری ہے اور صرف ملت مسلمہ نہیں بلکہ دشمن بھی اس بات پر گواہ ہے۔

ومليحة شهدت لها ضراتها۔ والفضل ما شهدت به الاعداء

یعنی ایک خوبصورت عورت کے حسن وجمال کا کبھی کبھی اپنی سوکن بھی اعتراف کرتی ہے حقیقتاً کمال وہی ہے

کہ دشمن بھی اس کا معترف ہو۔

اس بارہ میں ایک تاریخی ثبوت کم از کم یہ بھی ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کی کل تعداد پندرہ سو تھی اور جب صلح ہوگئی اور مسلمانوں کے تیر ترکش میں بند ہوگئے اور جہاد کا سلسلہ وقتی طور پر معطل ہوگیا تو اس تعطل کے دوران اغیار کے دلوں میں خاموشی سے مذہب اسلام کی اتنی شہرت اور اس کی تعلیمات کی اتنی ترویج ہوگئی کہ محض اچھی پالیسی اور عمدہ کردار کی بدولت فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار فرزندانِ توحید موجود تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اسلام کی ترویج اور اس کی وسیع اور ہمہ گیر مقبولیت اس کی تعلیمات کی طہارت اور پاکیزگی پر مبنی ہے اور جہاد کی تب ضرورت پیش آتی ہے جب صلح و مفاہمت حسن معاملہ اور باہمی گفت و شنید کی کوئی سبیل نہ ہو۔ بیشک شریعت اسلام میں جبر و اکراہ نہیں۔ اور قرآن پاک میں یہ اعلان موجود ہے کہ

لا اکراہ فی الدین۔ قد تبین الرشد من الغی۔ یعنی اسلام میں زبردستی نہیں اب تو رشد و ہدایت اور گمراہی و ضلالت علیحدہ علیحدہ واضح ہیں۔

جہاد کا اصلاحی پہلو | آخر میں جہاد کے بارے میں یہ حقیقت بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ جہاد اگرچہ بظاہر قتل و غارت خون ریزی اور تباہی ہے۔ اور یہ بھی مسلّم حقیقت ہے کہ جنگ کرنے والے ممالک، افواج اور اقوام کا مالی و جانی نقصان اس نقصان کے ۵/۴ ہے جو ان افواج کی اخلاقی گراوٹ میں ہے کیونکہ جنگ کے میدان میں انسان بننے کی بجائے ہر جنگجو یہ کوشش کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ خون ریز سفاک اور درندہ ہو۔ (یعنی انسان کی طبیعت اس سے سفاک بن جاتی ہے)

لیکن اس کے ساتھ اسلامی جہاد جس غرض کے لئے کیا جاتا ہے اور اس راہ میں جو اصلاح و تعمیر زیر نظر ہے وہ ایک عام قانونِ اصلاح کے تحت ضروری ہے اس لئے کہ جب ایک مرکب اور مجموعہ چیز کے کسی ایک حصہ یا جز میں کسی قسم کی خرابی اور فساد پیدا ہوجائے جو اسی مرکب اور مجموعے کے اور اجزاء ہیں، فساد کا تو پھر اس مجموعے سے وہ حصہ یا انسان و حیوان سے وہ عضو بادلِ ناخواستہ علیحدہ کردیا جاتا ہے۔ جس کی بنا پر اس مرکب یا حیوان کا باقی بدن اس فساد سے مامون رہتا ہے۔ چنانچہ ایک مالی پھل دار درخت سے فاسد مزاج شاخوں کو کاٹتا ہے: تاکہ ان شاخوں کے فساد سے باقی درخت محفوظ رہے۔ اسی طرح ڈاکٹر بھی باقی بدن کے تحفظ کے لئے اس اندام کو قطع کرتا ہے جس سے باقی صحت مند بدن میں فساد پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ اب یہ بات واضح ہے کہ اسلامی مملکت ایک وحدت ہے اس وجہ سے جو افراد اس کے اجتماعی تقاضوں اور ضوابط کے مطابق زندگی گذارتے ہیں تو اگرچہ وہ غیر مسلم ہوں لیکن ان کا وجود تسلیم ہے۔ لیکن جب غیر مسلم افراد اس اجتماعی وحدت میں فساد پیدا کر رہے ہوں اور نظم و ضبط کے لئے خطرہ ہوں تو پھر ہر ممکن قوت کے ساتھ ان عناصر سے مسلم معاشرے

کی تطہیر لازم ہے۔ پس اس قسم کی تعمیر و تطہیر کا نام جہاد ہے۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہاد کے متعلق اپنے پہلے تاریخی خطبہ میں نہایت زوردار الفاظ استعمال کئے ہیں۔ فرماتے ہیں "اگر یہ اصلاحی جنگ آپ نے ترک کی تو بہت ہی خرابی اور فساد پیدا ہو گا۔ یعنی ناپاک عناصر معاشرے کے اور افراد پہ حاوی اور غالب ہوں گے"۔

بعینہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْر

غرض یہ کہ ترک جہاد فساد و فتنہ کو موقع فراہم کرتا ہے۔ الحاصل جہاد ہر مسلمان خاص کر پاکستانی مسلمان کا اہم فریضہ ہے۔ دین ملک ناموس اور باعزت زندگی کی حفاظت جہاد پر موقوف ہے۔ اور اگر اس فریضہ میں کسی قسم کی کوتاہی اور غفلت سے کام لیا گیا تو پھر یہ تمام چیزیں تباہ اور غلامی کی ذلت کو تیار رہو جائیے۔ اور صرف غلامی ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں کسی نے بجا کہا ہے کہ:۔

"حالتِ نزع کا لمحہ آزادی غلامی کے کئی سالوں سے بہتر ہے"۔ یہ تو جہاد کا دنیوی فائدہ ہے۔

اور اخروی فائدہ یہ ہے کہ:۔

۱۔ منزلِ نزع نہایت ہی خطرناک ہے لیکن مجاہد پر بہت آسان ہے جیسا کہ مچھر نے کسی کو کاٹا ہو۔

۲۔ جب کوئی انسان فوت ہو جائے تو اس کی نیکی ختم ہو جاتی ہے۔ (یعنی اس کے عمل کا خاتمہ ہو جاتا ہے) لیکن حضورؐ فرماتے ہیں کہ مجاہد جب مر جائے تو ہر وہ نیکی جو اس نے زندگی میں کی ہو تا قیامِ حشر اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی۔

۳۔ مجاہد غازی یا مرابط جب اعلاء کلمۃ الحق کے لئے مر جائے تو عذابِ قبر (جو کہ سخت ترین منزل ہے) سے محفوظ رہے گا

۴۔ میدانِ حشر میں اس فیصلے کا انتظار رہے گا کہ کون جنت میں جائے گا اور کس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لیکن یہ میدان بھی شہید اور مجاہد کے ہاتھ میں ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے بان لہم الجنۃ۔ اس کے لئے جنت ہے۔ مجاہد کا مال و جان اللہ نے جنت کے عوض لے لیا ہے۔ گویا جہاد کے باعث اللہ کی طرف سے یہ رجسٹری ہے کہ جس نے جان و مال راہ خدا میں قربان کیا۔ اللہ نے اسے جنت عطا فرما دی۔

<u>دائرہ جہاد</u> | جہاد لوگ صرف جنگ کو کہتے ہیں۔ لیکن ایسی بات نہیں بلکہ جہاد کے لئے سامان کی تیاری بھی اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی جہاد کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس نے غازی کے لئے سامان مہیا کیا تو وہ بھی غازی اور جس نے غازی کے بال بچوں کی خدمت اور دیکھ بھال اخلاص سے کی تو وہ بھی غازی۔

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ کہ آپ دشمن کے مقابلے کے لئے ہر قسم کا سامان تیار کریں جس پہ آپ کو قوت اور برتری حاصل ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلحہ سازی کے کارخانوں میں جو

(باقی صفحہ پر۔ لطائف الحواشی کے بعد)